KAIJOR2001U

KANZULIMAN
Academic International Journal on Razawiyāt
Multilingual · Annual · Peer-Reviewed · Scholarly Online
KAIJOR
ISSN (Applied)

Homepage: http://research.kanzuliman.org/
Volume: First
Issue: First (Urdu)

Frequency: 1 Volume per Year
Year: 2020
Email: kaijor.kanzuliman@gmail.com

مدح مصطفیٰ بر زبان رضا و آل رضا

ڈاکٹر معین خان رضوی
سابق صدر شعبہ اردو خسرو ڈگری کالج، بریلی شریف

خلاصہ ABSTRACT*

اس مضمون میں مدح رسول یا نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ کو اردو زبان کی تاریخ کے حوالے سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے یعنی کہ اردو زبان کی ابتداء سے شاعری کی ابتداء اور پھر نعتیہ شاعری پر بحث کرنے کے بعد انیسویں صدی میں اردو نعتیہ شاعری پر سر حاصل بحث کی گئی ہے اس تناظر میں انیسویں صدی جو کہ شعرو شاعری کے اعتبار سے ایک الگ پہچان رکھتی ہے اس میں مدح رسول کی کچھ ایسی شاعری وجود میں آئی ہے جو مستقبل کے لئے رہنما اصول وضع کرتی ہے جن میں مولانا احمد رضا خان قدس سرہ کی شاعری کا ایک منفرد و نمایاں مقام ہے اسی لئے یہ عنوان یعنی کہ مدح رسول صلی علیہ وسلم بزبان رضا کو چنا گیا اور اسی پر تفصیلی روشنی ڈالکر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی اردو نعتیہ شاعری عشق و عرفان، عقیدت و محبت کے ساتھ ساتھ ایسی ادبی و فنی چاشنی لئے ہوئے ہے کہ جسکی مثال اردو شاعری میں مفقود ہے، بعد ازاں مدح رسول بزبان آل رضا کے عنوان سے خانوادہ رضویہ کے دیگر اکابرین کی نعتیہ شاعری پر ادبی، فنی و لسانی اعتبار سے گفتگو کی گئی ہے اور تحقیقی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ آل رضا کی شاعری میں عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی وہی نمایاں جھلکیاں پورے اب و تاب کے ساتھ نظر آرہی ہیں جو انکے جد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی نعتیہ شاعری میں موجود ہیں کلام میں عشق رسول کا یہی تسلسل اس خاندان کو ممتاز کرتا ہے اور اپنے آقا سرور کونین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت میں نبیؐ کو اعلیٰ اعلیٰ کہتے کہتے عرب و عجم میں اتنا اعلیٰ مقام حاصل کرکے مقبولیت عامہ کا حامل ہو چکا ہے

ARTICLE INFO

Article history:

Received: 23 Oct 19

Accepted: 02 Nov 19

Revised: 01 Nov 19

الفاظ مستعملہ :

صنف سخن

انیسویں صدی

اعلیٰ حضرت

شعر و ادب

نعت گوئی

لسانی خدمات

Peer review under KANZULIMAN FOUNDATION

KAIJOR

تمہید:

رسول و آل رسول کی شان پر وقار میں خراج نعت و منقبت پیش کرنے کا سلسلہ قدیم ہے اور یہ قدیم شیوہ تمام غلامان رسول وآل رسول کی روح کو تازگی بخشتا ہے اور انکا ذکر خیر قلب کی تشنگی کو مٹاتا ہے اس میدان میں طبع آزمائی کے لئے لاتعداد عقیدت مند شعراء میدان میں اترے ہیں اور ہر زمانے میں تسلسل کے ساتھ بتواتر کلام کہے ہیں ہند میں بیشمار بزرگان دین اور خانقاہوں میں انہیں روحانی کلام کی تپش سوزمند سے محافل گرم رہتی چلی آئیں ہیں کچھ خاندان ایسے بھی گزرے ہیں جن میں نسل درنسل اردو نظم کے ضوابط میں کلام کہے جاتے ہیں حالانکہ کچھ خاندان میں اسکا سلسلہ منقطع بھی ہوا ہے مگر کچھ خاندانوں میں اب تک تواتر کے ساتھ یہ سلسلہ جاری وساری ہے اگر لٹریچر سروے کے ذریعے ان خاندان کی فہرست بنائی جائے تو بلا مبالغہ وثوق کے ساتھ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ اسکے صفہ اول میں بریلی کے اس پٹھان افغانی خاندان کا نام لکھا جائے جس کے مورث اعلیٰ مولانا رضاعلی خان ہوئے ہیں انکے بعد نقی علی خان اور پھر انکے فرزندگان سے اب تک کی نسل میں کثیر تعداد میں ایسے نعت گو شاعر ہوئے ہیں جنہونے آل رسول کی بارگاہ میں بھی خراج عقیدت پیش کیا ہے اس لحاظ سے اگر مقالہ ان دونوں مباحث پر مبنی ہوتا جس میں نعت و منقبت دونوں لے لی جاتیں تو تو اسکا عنوان ہوتا "مدح رسول وآل رسول برزبان رضا وآل رضا" جو کہ اپنے عرض وطول کے عتبار سے بہت وسیع ہو جاتا اسی لئے اس میں اختصار کرکے فقط مدح رسول کے ابحاث پر اسے ترتیب دیا ہے حالانکہ اعلیٰ حضرت اور انکے خانوادوں میں تقریبًا سبھی کی نعتیہ شاعری پر پی ایچ ڈی ہو چکی ہے اور کچھ پر ابھی متعدّد یونیورسٹیوں میں تھیسس لکھی جارہی ہے اس لئے یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس تحقیقی مقالے کے عنوان کو بدل کر عرض کو بھلے ہی کم کر دیا گیا ہو مگر طول اتنا ہی باقی ہے لہٰذہ اس پر بھی طوالت کو دھیان میں رکھ کر اختصار کے ساتھ بحث کی ہے یعنی مقالے میں خاندان کے کچھ مشہور و معروف مداح خیر الانام کا ذکر کرکے فن نعت گوئی کی روح سے چند ہی نادر و نایاب نتائج کا انکشاف کیا گیا ہے جس سے واضح کیا گیا ہے کہ اس خاندان کے فرزندگان نے جو کلام لکھے ان میں ایسی کون سی خصوصیات ہیں جن کے سبب وہ ایسے مشہور ہوئے کہ آج بھی ہر سلسلۂ طریقت میں، خانقاہ میں ، ہر جلسہ میں ، یا یوں کہیں کہ ہند میں بسنے والے ہر عاشق رسول کے دل کی آواز ایسی بنے ہیں جس کے ہر محفل کی رونق بنی ہوئی ہے اور جس کی گونجیں عرب وعجم میں یکساں سنائی دیتی ہیں اور ان رازوں سے بھی پردہ اٹھایا گیا ہے جن وجہ سے اپنے ہم عصروں کے کلاموں میں ان فرزندگان توحید وبندگان رسالت کے کلام ایک اعلیٰ مقام حاصل ہے الغرض اس محاظ پر بھی یہ تمام حضرات کیوں اعلیٰ حضرات ثابت ہوتے دکھائی دیتے ہیں؟ اس کے جواب میں سیر حاصل بحث کی ہے اور مثال دے کر شعری قلم وسخن کی ان تمام خصوصیتوں کے ساتھ محاوروں اور الفاظوں کا انتخاب کا ایسا رخ پیش کیا ہے کہ حدیث وقران کی بولی میں منشہ الٰہی کے مطابق رسالت مآب کی توصیف و دلپذیر مدح سرائی کی تمام جہتیں واضح نظر آجائیں اور اور ان وضاحتی پہلوؤں پر مہر تصدیق ایسی کہ ہر عالم دین، عالم شاعر و ادیب، معتقدین ومحررین حتی کہ منصف قاضی ونکتہ چین سب اسکے اک اک لفظ سے مطمئن ہوکر عش عش کر اٹھیں

مدح رسول:

مدح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن اس قدر وسیع ہے کہ اس کی بیکراں وسعتوں کا اندازہ لگانا ہمارے بس میں نہیں اور اس کا حق ادا کرنا تو اور بھی مشکل ہے۔ دنیا کی ہر زبان میں مدح حبیب خدا کے ذخیرے موجود ہیں۔ جہاں تک اردو زبان میں مدح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کی ہے تو یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اردو میں نعتیہ شاعری کا وجود اتنا ہی پرانا ہے جتنی کہ خود اردو زبان۔ اردو زبان کے ارتقاء کی تاریخوں میں اگرچہ تھوڑا بہت اختلاف پایا جاتا ہے پر یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ اس زبان نے اپنے ارتقائی دور میں ان بزرگ ہستیوں کے سایہ عاطفت

KAIJOR

میں اپنے آپ کو پروان چڑھایا جن کا مقصد خدمت خلق اور اشاعت و تبلیغ دین تھا۔

اردو زبان اور نعتیہ شاعری:

بزرگان دین و صوفیاء کرام نے تصوف کے نکات کو عوام الناس تک پہونچانے میں جس زبان کو چنا وہ اپنی ابتدائی صورت میں اردو ہی تھی۔ ڈاکٹر خوشحال زیدی اردو کی نشو ونما کے تعلق سے لکھتے ہیں:

"اردو کی سب سے پہلی تصانیف بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ کی کتاب "معراج العاشقین" اور ہدایت نامہ ہیں جو مذہبی رسالے ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ معراج العاشقین سے پیشتر صوفی بزرگ حضرت مخدوم جہانگیر رحمہ اللہ نے ایک رسالہ اخلاق پر تصنیف کیا تھا لیکن اس کا کوئی نسخہ دستیاب نہ ہوسکا۔"[1]

صوفیائے کرام مثلاً حضرت امیر خسرو، حضرت فرید الدین گنج شکر۔ حضرت یحییٰ منیری و حضرت عبد القدوس گنگوہی کی تصانیف میں حمدیہ و نعتیہ اشعار کثرت سے ملتے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ ان بزرگوں کے طفیل شاعری کی وہ خصوصیات جو عربی و فارسی شاعری کی شناخت رہی ہیں اردو شاعری کو بھی وراثت میں ملیں۔

انیسویں صدی اور اردو نعتیہ شاعری:

انیسویں صدی میں اردو شاعری اپنے بام عروج پر پہونچ چکی تھی اور اس زمانے میں نعت گو شعراء دو خیموں میں تقسیم تھے جن میں سے ایک طبقہ شبلی محسن کاکوروی و نظم طباطبائی کے زیر اثر تھا اور دوسرا طبقہ امیر مینائی و داغ دہلوی کے۔ اول الذکر شعراء کے یہاں مسائل حاضرہ بھی نعت کے دامن میں جگہ پائے ہوئے تھے جبکہ آخر الذکر شعراء کے یہاں نعت میں غزل کا فنی و لسانی رنگ زیادہ نظر آتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے ان کے یہاں نعت کا روایتی اسلوب خاصہ نمایاں تھا۔

زبان رضا اور اردو نعتیہ شاعری:

اس پس منظر شہر بریلی سے اردو نعت کی ایک منفرد آواز سنائی دیتی ہے جس کو پہلی نظر میں ہی دیکھ کر یا سن کر پتہ چل جاتا ہے کہ یہ کوئی منفرد آواز و منفرد لب و لہجہ ہے۔ یہ لب و لہجہ اس زمانے میں نعتیہ شعر کہنے والے شعراء کے دونوں گروہوں سے تعلق رکھنے والے کسی بھی شاعر کے لب و لہجہ سے میل نہیں کھاتا۔ اس آواز میں عشق رسول ﷺ کی کچھ ایسی دل افروز کھنک اور ایمان افروز چاشنی تھی جو اس سے پہلے اردو نعتیہ شاعری میں نہ کسی نے سنی تھی اور نہ کسی نے چکھی تھی۔ حزم واحتیاط اور شریعت مصطفی ﷺ کی پاسداری کا بھرم اس آواز میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ نظیر لدھیانوی لکھتے ہیں "غزل گو شاعر ہو یا نعت گو اس کا تخیل مضامین کے محدود دائرے میں گھومتا ہے وہ بہ تبدیلی الفاظ ایک ہی مضمون کو بار بار بیان کرتا ہے۔ نعت گو شعراء میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان کے اشعار میں ندرت ہے چونکہ انہوں نے نعت گوئی بقول خود قرآن مجید سے سیکھی ہے اس لئے انہوں نے حضور ﷺ کی صفات کو قرآن کریم کی روشنی میں نئے نئے انداز سے پیش کیا ہے۔ عام طور سے مضمون آفرینی شعراء کے شعر کو مشکل بنا دیتی ہے کبھی وہ مضمون کی تلاش میں اتنا اونچا اٹھتے ہیں کہ نظروں سے غائب ہوجاتے ہیں یعنی کلام مہمل ہوکر رہ جاتا ہے مگر مولانا کے کلام میں یہ نقص کہیں نہیں پیدا ہوا ہے۔ انہوں نے نہایت نازک مضامین عام فہم انداز میں بیان کیے ہیں" (۲)۔ ملاحظہ کریں چند اشعار جو حدائق بخشش کے صفحات پر موتی کی مانند بکھرے ہوئے ہیں:

پیش نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بے قرار

روکئے سر کو روکئے ہاں یہی امتحان ہے

KAIJOR (2020) 41-59 Kanzuliman Foundation 2020. All Rights Reserved

دوسری جگہ کہتے ہیں:

اے شوق دل یہ سجدہ گران کو روا نہیں

اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو

دوسری جگہ کہتے ہیں:

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں

حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا! یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

درج بالا اشعار کو دل و دماغ کے ساتھ پڑھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی فکری بلندی، خیال آوری، جدت وندرت اور سب سے بڑھ کر ان کے جذبے کا تقدس اور خلوص جو اپنی عروج وارتقاء کی حیرت انگیز منزل پر گامزن ہے مگر کس درجہ حذم و احتیاط کے ساتھ کہ اشعار کو پڑھنے کے بعد ادب کے ناقد اگر تعصب کی عینک اتارے ہوئے پڑھتے ہیں تو ششدر رہ جاتے ہیں کہ اس مقام پر کیسے ثابت قدم رہ گئے اور مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں غُلو کرنے کے بجائے شریعت مصطفی کے دامن کو کیسی مضبوطی کے ساتھ تھامے ہوئے ہیں۔

علامہ شمس بریلوی مدح رسول کی وادی کے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے کچھ یوں لکھتے ہیں:

"نعت سرور کونین ﷺ میں طرز ادا کی رنگینی کے اظہار کے لئے میدان بہت تنگ ہے وہاں نہ مبالغہ کی گنجائش ہے اور نہ اغراق وغلو کی نہ وہاں شوخی کا گذر ہے اور نہ بیباکی کا دخل، نہ معشوق کا جوروستم ہے نہ اس کے لئے نت نئے مضامین پیدا کیجئے اور نہ بوس وکنار کا گذر ہے، ہجر وفراق کی کیفیات ضرور ہیں، لیکن ہجر وفراق کے وہ واردات نہیں جو تغزل کے لئے مخصوص ہے، بلکہ بہت محدود۔ جہاں قدم قدم پر ادب کے پہریدار ہیں اور اسلامی احکام کے نقیب کھڑے ہیں۔ ذرا سی لغزش اعمال حسنہ کی تباہی کا نتیجہ بن جاتی ہے اور ادنی سی بے راہ روی دارین کی لاسیاہی کا موجب اور معمولی سے معمولی بے باکی آخرت کی تباہی کا پیش خیمہ۔ پس ان حدود وقیود کے اندر رہتے ہوئے اگر کسی نعت نگار کا خامہ زبان کی سادگی کا لطف اور طرز ادا کی رنگینی کو پیش کردے تو یہ اس کی نعت گوئی کا ایسا رخ ہے جس کو اس کا منتہائے کمال کہنا چاہیے اور یہ ہر کسی کا کام نہیں (۳)۔"

اس موقعہ پر میں دبستان داغ دہلوی کے اور اردو ادب کے ایک عظیم شاعر جو انیسویں صدی کے مایہ ناز نعت گو شاعر بھی ہیں یعنی امیر مینائی کے ایک شعر کی طرف توجہ دلانا چاہوں گا جو انہوں نے عقیدۂ معراج کے ضمن میں لکھا ہے:

پاک تھی رنگ دورنگی سے وہ خلوت گہ خاص

وہی شیشہ وہی میخوار تھا معراج کی رات

حضرت امیر مینائی کے اس شعر کو پڑھنے کے بعد عجیب احساس ہوتا ہے کہ ایک تو یہ کہ اس میں "شیشہ" و"میخوار" جیسے سوقیانہ یاب الفاظ دیگر نامہذب الفاظ کا استعمال ہوا ہے جو نعت رسول کی نازک مزاجی کے لئے قطعا غیر مناسب ہے دوم یہ کہ ان الفاظ کا استعمال جو درحقیقت "ضمائر" کا استعمال کے تحت آتا ہے نہ تو ذات خدا کے لئے روا معلوم ہوتا ہے اور نہ ہی ذات محبوب خدا کے لئے۔ پھر تیسری بات یہ کہ پہلے شعر میں لفظ "وہ" کا مرجع کونسی ذات ہے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے یا وحدہ لاشریک اللہ جل شانہ کی، غرض یہ کہ یہ شعر مجہول بن کر رہ گیا ہے۔

امام رضا بریلوی نے بھی اپنی نعتوں میں کثرت سے ضمائر کا استعمال کیا ہے اور جس خوبصورتی سے کیا ہے اس سے مرجع کے تعین میں کوئی دقت کہیں بھی محسوس نہیں ہوتی مثلاً حدائق بخشش کے یہ اشعار:

وہی نور حق وہی ظل رب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب

نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمین نہیں کہ زماں نہیں

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشیں ہوئے

وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

تیرے خُلق کو حق نے عظیم کہا تیری خَلق کو حق نے جمیل کیا

کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف و عطا ہے تجھی پہ بھروسہ تجھی سے دعا

مجھے جلوۂ پاک رسول دکھا تجھے اپنے ہی عزو علا کی قسم

امام رضا بریلوی فن نعت کے اسرار و رموز سے پوری طرح واقف ہی نہیں تھے بلکہ اس فن میں وہ استاذ الشعراء غواص اور ایک زمان و زبان پر حیرت انگیز قدرت رکھنے والے ماہر تھے۔ ۱۹۰۸ء میں ۸/ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ کو ایک صاحب محمد آصف نے امام رضا بریلوی کو خط لکھا کہ وہ دیوان (حدائق بخشش) کے ایک مصرعہ "حاجیوں آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو" میں لفظ "شہنشاہ" کو حذف کرکے یوں بنا دیں:

"حاجیوں آؤ میرے شاہ کا روضہ دیکھو"

محمد آصف صاحب کو لفظ "شہنشاہ" پر اعتراض تھا کہ یہ حضور اکرم ﷺ کے لئے استعمال کرنا مناسب نہیں۔ امام رضا بریلوی کا موقف یہ تھا کہ یہ لفظ مناسب ہے چنانچہ انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں مندرجہ ذیل علماء و صوفیاء کی نگارشات سے ۳۳/حوالے پیش کئے اور یہ ثابت کیا کہ ان حضرات نے شہنشاہ ملک الملوک، سلطان السلاطین وغیرہ الفاظ کا استعمال کیا ہے جن میں سے چند نمایاں نام اس طرح ہیں:

1. امام رکن الدین ابو بکر
2. محمد بن ابی المفاخر بن عبد الرشید کرمانی (جواہر الفتاویٰ)
3. علامہ خیر الدین ذرکلی (فتاویٰ خیریہ)
4. مولانا جلال الدین رومی (مثنوی شریف)
5. شیخ مصلح الدین محمد سعدی شیرازی
6. حضرت امیر خسرو (قران السعدین)
7. مولانا روم الدین جامی (تحفۃ الاحرار)
8. شمس الدین شیرازی
9. مولانا نظامی گنجوی
10. شیخ شہاب الدین (بحر مواّج)

یہاں ایک اور واقعہ جو اسی قسم کا ہے اس کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جناب اطہر پاپوڑی جو امام رضا بریلوی کے ایک معاصر شاعر تھے آپ کی خدمت میں ایک نعت ارسال کی جس کا مطلق تھا:

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے

محبوب کھڑے ہیں خیمہ لیلیٰ کے سامنے

فاضل بریلوی نے برہم ہو کر فرمایا مصرعہ ثانی منصب رسالت سے فروتر ہے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلیٰ سے، گنبد خضراء کو خیمہ لیلیٰ سے تشبیہ دینا سخت بے ادبی ہے اور یوں قلم برداشتہ اصلاح فرمائی:

کب ہے درخت حضرت والا کے سامنے

قدسی کھڑے ہیں عرش معلیٰ کے سامنے

ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان امام رضا بریلوی کی شاعری کے تعلق سے لکھتے ہیں:

"ان کا خلوص، ان کا جذبہ صادق، ان کا والہانہ عشق، ان کی عقیدت، ان کا تبحر علم، ان کی روحانی بلندی، ان کی زبان دانی، ان کی فصاحت و بلاغت، ان کا تخیل، ان کا تفکر اور سب سے بڑھ کر ان کی پرکشش اور ہمہ جہت شخصیت ان کے انداز بیاں کی قوس و قزح کے

حسین رنگ میں ان رنگوں کے حسین امتزاج کا دوسرا نام جناب رضا کا انداز بیان ہے"۔

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ
مانگوں نعت نبی لکھنے کو روح قدس سے ایسی شاخ

اس شعر میں نازک خیالی تخیل کی بلند پردازی، نکتہ آفرینی، خیال کی ندرت، فکر کا اچھوتا انداز اور جذبے کا تقدس قابل ستائش ہے، شاعر کے خلوص نے انداز بیاں میں وہ مہک پیدا کر دی ہے جو انہی کا حصہ ہے۔

الغرض ہم کہ سکتے ہیں کہ فاضل بریلوی کی مدح رسول کے انداز بیاں میں کہیں تو ان کے مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان حجازی کے تعلق سے عرب شاعری کی فصیح اللسانی کی وہ جھلکیاں نظر آتی ہیں کہ عربی زبان کے فصیح اللسان شاعر بھی عش عش کہ اٹھتے ہیں اور کہیں بر صغیر پر ایک زمانے تک ثقافتی زبان کے طور پر حکومت کرنے والی فارسی زبان کی ندرت، حلاوت و شیرینی ہے اور کہیں کہیں مخصوص علاقائی زباں وں مثلاً رو، ہیلکھنڈی، اودھی، برج بھاشا و کھڑی ہندی کا ایک ایسے انداز میں بیان پایا جاتا ہے کہ ادب کے ناقدین حیران و ششدر ہو جاتے ہیں۔

علامہ حسن بریلوی اور اردو نعت:

علامہ حسن بریلوی امام رضا بریلوی کے چھوٹے بھائی ہی نہیں بلکہ ان کے خاص پروردہ بھی تھے۔ مدح رسول علیہ الصلوۃ والتسلیم میں ان کا کلام نایاب صرف عاشقان رسول ہی نہیں بلکہ اردو ادب کے دلداہ افراد کے لئے بھی نادر و نایاب ہے۔ علامہ حسن بریلوی کے مجموعہ نعت نبی "ذوق نعت" میں حمد، نعت، مسدس، سلام، منقبت، قصیدہ، مثنوی، شہادت نامہ، رباعی اور قطعات سب کچھ مو جود ہے۔ ان کے قابل قدر جدید، مُتی تجربوں اور فنی میکدوں نے دنیائے نعت کو زبان وادب کے ایک زرین دور سے روشناس کرایا ہے۔ اردو ادب کے معتبر ناقدین کے نزدیک چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں فاضل بریلوی کے بعد علامہ حسن رضا بریلوی ہی وہ واحد شاعر ہیں جنہوں نے کئی اعتبار سے شعر وادب میں وسیع امکانات پیدا کئے اور معنی خیز مضمون آفرینی اور فکری بلندیوں سے مجلی کر کے اپنی آواز کو ممتاز بنایا چند اشعار مدح رسول علی الصلوٰۃ والتسلیم کے ملاحظہ کریں:

نگاہ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں
لئے ہوئے یہ دل بیقرار ہم بھی ہیں
ہمارے دست تمنا کی لاج بھی رکھنا
تیرے فقیروں میں اے شہریار ہم بھی ہیں

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

دل میں ہو یاد تیری گوشہ تنہائی ہو
پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو
آستانے میں تیرے سر ہو اجل آئی ہو
اور اے جان جہاں تو بھی تماشائی ہو

اور ذرا تخیل حسن کے اس انداز پر بھی نظر ڈالئے، نازک خیالی معنی آفرینی و شیرینی بیانی کی تلاش کرنے والے ادب کے دلداہ افراد ذرا دیکھیں مدح رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں احساس عشق و محبت کے برادر خرد کا یہ انداز باوقار:

آسماں گر تیرے تلووں کا نظارہ کرتا
روز اک چاند تصدق میں اتارا کرتا

چھپ کیا چاند نہ آئی ترے دیدار کی تاب

اور اگر سامنے رہتا بھی تو سجدہ کرتا

☆☆☆☆

یہ شعر بھی ملاحظہ ہو:

دل کے آئینہ میں جو تصویر جانا رہے لے چلا

محفل جنت کی آرائش کا ساماں لے چلا

شافع روز قیامت کا ہوں ادنی امتی

پھر حسن کیا غم اگر میں بار عصیاں لے چلا

☆☆☆☆

سیر گلشن کون دیکھے دشت طیبہ چھوڑ کر

سوئے جنت کون جائے در تمھارا چھوڑا کر

سر گذشت غم کہوں کس سے تیرے ہوتے ہوئے

کس کے در پر جاؤں تیرا آستانہ چھوڑ کر

مر کے جیتے ہیں جو ان کے در پہ جاتے ہیں حسن

جی کے مرتے ہیں جو آتے ہیں مدینہ چھوڑ کر

تیرہ دل کو جلوہ ماہ عرب درکار ہے

چودھویں کے چاند تیری چاندنی اچھی نہیں

ان کے در پہ موت آجائے تو جی جاؤں حسن

ان کے در سے دور رہ کر زندگی اچھی نہیں

☆☆☆☆`

اور یہ چند اشعار ملاحظہ کریں سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کی رحمت و کرم کی کسی بھی ایک حدیث پاک کو مدنظر رکھیں اور دیکھیں علامہ حسن کا انداز بیاں:

کیوں اپنی گلی میں وہ روادار صدا ہو

جو بھیک لیے راہ گدا دیکھ رہا ہو

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا

خود بھیک دے اور خود کہے منگتا کا بھلا ہو

جب دینے کو بھیک آئے سر کوئے گدایا

لب پہ یہ دعا تھی میرے منگتا کا بھلا ہو

دے ڈالئے اپنے لب جان بخشش کا صدقہ

اے چارۂ دل درد حسن کی بھی دوا ہو

☆☆☆☆

اور زبان و بیان پر قادر الکلامی کو دیکھنے کے لئے علامہ حسن کے یہ اشعار ذرا ملاحظہ کریں:

کرے چارہ سازی زیارت کسی کی

بھرے زخم دل کے ملاحت کسی کی

نہ رہتی جو پردے میں صورت کسی کی

نہ ہوتی کسی کو زیارت کسی کی

خدا سے دعا ہے کہ ہنگام رخصت

زبان حسن پر ہو مدحت کسی کی

☆☆☆☆

مصطفی رضانوری بریلوی اور مدح رسول:

آل رضا میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے چھوٹے فرزند ارجمند علامہ مصطفی رضا نوری بریلوی آل رضا کے اس چمکتے دمکتے ستارے کا نام ہے جن کے تعلق سے اگر کہاں جائے کہ آپ ایک ایسے فرزند ہیں جنہوں نے امام احمد رضا فاضل بریلوی کے مشن کو سارے عالم میں روشناس کرایا اور اپنے ہر ہر کارنامے سے فاضل بریلوی کی یادو ں کو تازہ کر دیا پھر چاہے وہ نعتیہ میدان ہو یا کوئی اور یہ بات سبھی اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ ایک شاعر یا ادیب اپنے دور کا آئینہ ہوا کرتا ہے جس ماحول میں وہ آنکھیں کھولتا ہے اس سے اس کا متاثر ہونا لازمی ہے۔علامہ مصطفی رضا نوری بریلوی کا تعلق جس خانوادے سے ہے وہ برصغیر میں علم و معارفت کا جگمگاتا ہوا روشن مینار ایک زمانے سے تھا۔ ان کے والد ماجد یعنی امام احمد رضا بریلوی کی ذات کسی تعریف کے محتاج نہیں، وہیں ان کے عم محترم علامہ حسن بریلوی کی نعتیہ شاعری کا سرمایہ بھی ان کے نظروں کے سامنے تھا جہاں تک تبحر علمی کا سوال ہے وہ آپ کی ذات اپنے دم میں تمام علماء و مشائخ کی مرجع تھی اور جہاں تک عشق رسول کا سوال ہے تو امام عشق و محبت کے اس فرزند عظیم کا کہنا ہی کیا۔ جو مرد مومن خدائے برتر کے تجلیوں کا متلاشی ہوا اور اس کا سینہ عشق مصطفی کا گنجینہ بنا ہوا اور جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کا امین ہو اس صاحب دل کی شاعرانہ کیفیت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

چارہ گر ہے دل تو گھائل عشق کی تلوار کا
کیا کروں میں لے کے پھایا مرہم زنگار کا
حسرت دیدار دل میں ہے اور آنکھیں بہ چلیں
تو ہی والی ہے خدارا دیدۂ خونبار کا

☆☆☆☆

چھوٹی چھوٹی بحروں میں اشعار کہنا شعرائے متوسطین و متاخرین کا وصف رہا ہے یعنی کہ کم الفاظ استعمال کر کے بھی بڑی بات کہہ دینا پر قابل غور بات یہ ہے کہ غزل کے لئے یہ میدان بڑا وسیع اور پر کیف ہے لیکن نعت مصطفی ﷺ کے لئے یہ ایک سخت منزل ہے کہ چھوٹی بحروں میں مضمون آفرینی کی گنجائش بہت کم ہوتی ہے اور نعت میں جس قدر مضمون آفرینی ہوتی ہے اتنی ہی وہ پر کیف و دلنشیں ہوتی ہے۔ لیکن امام احمد رضا کے اس فرزند عظیم نے چھوٹی چھوٹی بحروں میں عجیب عجیب گلکاریاں کی ہیں ملاحظہ کریں:

حبیب خدا کا نظارہ کروں میں
دل و جان ان پر نثارا کروں میں
خدا ایک پر ہو تو ایک پر محمد
اگر قلب اپنا دو پارہ کروں میں
دم واپسی تک تیرے گیت گاؤں
محمد محمد پکاروا کروں میں
میرا دین و ایماں فرشتے جو پوچھیں
تمھاری ہی جانب اشارا کروں میں

☆☆☆☆☆

مقبول دعا کرنا منظور ثنا کرنا
مدحت کا صلہ دینا مقبول ثنا کرنا
سنسار بھکاری ہے جگہ داتا دیا کرتا
ہے کام تمھارا ہی سرکار عطا کرنا
کب آپ کے کوچے میں منگتا کو صدا کرتا

خود بھیک لئے تم کو منگتا کو ندا کرنا

ہے عام کرم ان کا اپنے ہوں کہ اعداء

آتا ہی نہیں گویا سرکار کو لا کرنا

☆☆☆☆☆

سب سے اعلیٰ عزت والے

غلبہ قاہر ریاست والے

نور علم و حکمت والے

نافذ جاری حکومت والے

آپ کا چاہا رب کا چاہا

رب کا چاہا آپ کا چاہا

رب کے پیارے راج دلارے

ہم ہیں تمھارے تم ہو ہمارے.

☆☆☆☆☆

تخیل کی بلندی و جذبے کا تقدس شاعری کی جان ہیں اور اگر اس کے ساتھ انداز بیاں حسین ہو تو پھر وہ شاعری ملکوتی بن جاتا کرتی ہے۔اس کے مد نظر رکھتے ہوئے مصطفی رضا نوری کے یہ اشعار ملاحظہ کریں:

دو عالم صدقہ پاتے ہیں میرے سرکار کے در سے

اسی سرکار سے ملتا ہے جو کچھ ہے مقدر کا

بجھے گی شربت دیدار ہی سے تشنگی اپنی

تمھاری دید کا پیاسا ہوں یوں پیاسا ہوں کوثر کا

جو آب و تاب دندان منور دیکھ لوں نوری

مرا بحر سخن سرچشمہ ہو خوش آب گوہر کا

☆☆☆☆☆

ظلمت مرقد کا اندیشہ ہو کیوں نوری

مجھے قلب میں ہے جب مرے جلوہ جمال یار کا

دکھ درد کہیں کس سے یہ کام تو ہیں ان کے

فریاد سنا کرنا اور داد دیا کرنا

واللہ وہ سن لیں گے اور دل کی دوا دیں گے

بیکار نہ جائے گا فریاد و بکا کرنا

ہم عرض کئے جائیں سرکار سنے جائیں

کیا دور کرم سے ہے دن ایسا شہا کرنا

تو جان مسیحا سے حالت مری جا کہنا

اتنا تو کرم مجھ پر اے باد صبا کرنا

پردے میں جو رہتے ہو پردے میں چلے آؤ

آنکھوں میں بسا کر نا تم دل میں رہا کرنا

☆☆☆☆☆

بخت خفتہ نے مجھے روضہ پہ جانے نہ دیا

چشم و دل سینے کلیجے سے لگانے نہ دیا

پاؤں تھک جاتے اگر پاؤں بناتا سر کو

سر کے بل جاتا مگر ضعف نے جانے نہ دیا

حسرت سجدہ یونہی کچھ تو نکلتی لیکن

سر بھی سرکار نے قدموں پہ جھکانے نہ دیا

اور چمکتی سی غزل کوئی پڑھوائے نوری

رنگ اپنا ابھی جمنے شعراء نے نہ دیا

☆☆☆☆☆

آخر الذکر مقطع جس میں بطور ثناخوان امام عشق و محبت کے اس فرزند عظیم نے جس سادگی عاجزی وانکساری سے ثنائے سرکار کو اور بہترین طریقے سے کرنے کی تمنا ہے یہ وہی انداز ہے جو امام اہل سنت نے خود اختیار کیا ہے مثلاً یہ کہ لے:

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا

نہ شاعری کی ہوس نہ پرواروی تھی کیا کیسے قافیے تھے

جب کہ دنیا جانتی ہے کہ امام احمد رضا اس پایہ کے شاعر تھے کہ اردو کی دنیائے نعت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے مگر یہ عاجزی دیکھئے بالکل وہی انداز یہاں بھی نظر آرہا ہے کہ رنگ اپنا جس نے شعراؤں نے دیا جب کہ علامہ مصطفی رضا نوری دنیائے نعت میں مسلم الثبوت قادر الکلام و شاعر کی حیثیت سے پورے برصغیر میں جانے و مانے جا تے ہیں چاہے ادبی اعتبار سے جائزہ یا لسانی وفنی اعتبار سے آپ کا نعتیہ کلام انتہائی جامع پرکشش اور ادبی وفنی محاسن کا مجموعہ ہے ملاحظہ کریں یہ اشعار:

آپ آجائیں جو چمن میں لوح جمن جان چمن

خاصہ ایک خاک بسر دشت مغیلاں ہوگا.

جان ایمان ہے محبت تیری جان جانا

جس کے دل میں یہ نہیں خاک مسلماں ہوگا

درد فرقت کا مداواں نہ ہوا اور نہ ہو

کیا طبیبوں سے میرے درد کا درماں ہوگا

ایک غزل اور چمکتی سی سنادے نوری

دل جلا پائے گا میرا تیرا احساں ہوگا

☆☆☆☆☆

جلوہ حسن جہاں تاب کا کیا حال کہوں

آئینہ بھی تو تمہیں دیکھ کر حیراں ہوگا

کون پوچھے گا روز جزا وہ بھی مجھ سے

ان کی رحمت کے سوا کوئی بھی پرساں ہوگا

عمر ساری تو کٹی لہو میں اپنی نو

کب مدینے کی طرف کوچ کا ساماں ہوگا

☆☆☆☆

تو ہے رحمت باب رحمت تیرا دروزہ ہوا

سایہ فضل خدا سایہ تیری دیوار کا

کعبہ واقصیٰ وعرش وخلد ہے نوری مگر

ہے نرالا سب کے عالم جلوہ گاہ یار کا

☆☆☆☆

جس نے جو مانگا وہ پایا اور بے مانگے دیا

پاک منہ پر حرف آیا ہی نہیں افکار کا

دل میں گھر کرتا ہے اعداء کے تیرا شیریں سخن

ہے میرے شیریں سخن شہرہ تیری گفتار کا

ظلمت مرتد کا اندیشہ ہو کیوں نوری مجھے

قلب میں ہے جب میرے جلوہ جمال یار کا

☆☆☆☆☆

علامہ مصطفی رضانوری کے کلام پر تنویر کا یہ تذکرہ مدح رسول پر زبان رضاوآل رضا کے تحت انتہائی اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیاہے کیونکہ آپ کے کلام پر پوری۔۔۔لکھی جاسکتی ہے بس اس شعر پر جوان کے دل کی نکلی ہوئی آواز ہے میں اپنی بات کوختم کرتے ہوئے بردار اکبر یعنی علامہ حامد رضا کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

ثنا منظور ہے ان کی نہیں کہ مدعا نوری

سخن سنج و سخنور ہو سخن کے نکتہ داں تم ہو

حامدؔ بریلوی اور مدح رسول:

آل رضا میں علّامہ حامد رضا حامدؔ بریلوی کی ذات محتاج تعارف نہیں آپ جہاں ایک طرف اردو عربی زبان کے بہترین ادیب تھے وہیں اعلی درجہ کے نعت گو شاعر بھی چونکہ آپکا نعتیہ مجموعہ زیور طبع سے آراستہ نہ ہوسکا اور گردش ایام کی نذر ہوگیا ایک چھوٹی سے کتابچہ کی شکل میں بنا م "انتخاب کلام حامد" مولانا شہاب الدین رضوی نے ترتیب دیا ہے اسی میں آپ کی چند مشہور نعتیہ کلام محفوظ ہیں گوکہ مختصر ہیں مگر اس بنیا دپر کہا جاسکتا ہے کہ علامہ حامد رضا بریلوی کی شاعری اپنے اجداد کی شاعری کی طرح ایک فطری شاعری ہے فن شاعری کے جملہ اصول و ضوابط پر آپ کو پوری قدرت حاصل ہے۔

علامہ حامد بریلوی کے کلام میں اپنے والد معظم و عم محترم یعنی علامہ حسن بریلوی کے کلام کی طرح جذبے کا تقدس اور فکری بلندی کے جلوے اس شدت کے ساتھ نظر آتے ہیں کہ ادب کے دلدادہ افراد کی نظر میں بیخودی، مدہوشی، جذبہ شوق اور درد والم و سوز و گداز کہلا کر داد تحسین وصول کرتے ہیں، تبحر علمی و شریعت مصطفی کے دامن سے گہری وابستگی نے ان کے کلام کو اپنے والد کے کلام کی طرح جو معنویت و حسن عطا کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ چند اشعار ملاحظہ کریں:

گناہگاروں کا روز محشر شفیع خیر الانام ہوگا

دلہن شفاعت بنے گی دولہا نبی علیہ السلام ہوگا

پڑا ہوں میں ان کی رہ گذر میں

پڑے ہی رہنے سے کام ہوگا

دل و جگر فرش رہ بنیں گے یہ دیدہ مشق حرام ہوگا

ہوئی جو مجرم کو باریابی خوف عصیاں سے دھج یہ ہوگی

خمیدہ سر آمدیدہ آنکھیں لرزہ ہندی غلام ہوگا

حضور مرشد کھڑا رہوں گا کھڑے ہی رہنے سے کام ہوگا

نگاہ لطف و کرم آٹھے گی تو جھک کے میرا سلام ہوگا

خدا کی مرضی ہے ان کی مرضی ہے

ان کی مرضی خدا کی مرضی

انہیں کی مرضی پہ ہورہا ہے

انہیں کی مرضی پہ کام ہوگا

حضور روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامدؔ

خمیدہ سر آنکھ بند لب پہ مرے درود و سلام ہوگا

☆☆☆☆☆☆

آئیں گھٹائیں جھوم کر عشق کے کوہسار میں

بارش غم ہے اشکبار گریہ بے قرار میں

شوق کی چیرہ دستیاں دل کی اڑائیں دھجیاں

وحشت عشق کا سماں دامن تار تار میں

☆☆☆☆

چاند سے ان کے چہرے پہ گیسوئے مشک نام دو

دن ہے کھلا ہوا مگر وقت سحر ہے شام دو

عارض نور بار سے بکھری ہوئی ہی جو زلف

ایک اندھری رات میں نکلے مہہ تمام دو

پی کے پلا کے میکشوں ہم کو ذبجی بجھی ہی دو

قطرہ در قطرہ ہی سہی کچھ تو پرائے نام دو

تلوؤں سے ان کے چاند چاند لگ گئے مہہ و ماہ کو

ہیں یہ انہیں کی تابشیں ہیں یہ انہیں کے نام دو

اب تو مدینے لے بلا گنبد سبز دے دکھا

حامد و مصطفی ترے ہند میں ہیں غلام دو

☆☆☆☆☆

حسینوں میں تمہیں تم ہو نبیوں میں تمہیں تم ہو

کہ محبوب خدا تم ہو نبی الانبیاء تم ہو

تمھارے حسن رنگین کی جھلک ہے سب حسینوں میں

بہاروں کی بہاروں میں بہار جانفزا تم ہو

وہ لاثانی ہو تم آقا نہیں ثانی کوئی جس کا

اگر ہے دوسرا کوئی تو اپنا دوسرا تم ہو

☆☆☆☆

شوق کی ناشکیبیاں سوز کی دل گدازیاں

وصل کی نامرادیاں عاشق دل فگار میں

عشق کی وہ تعلیاں، حسن کی لن ترانیاں

نازکی بے نیازیاں عارض حسن یار میں

سوسن و یاسمن سمن سنبل دلار نسترن

سارا ہرا بھرا چمن پھولا اسی بہار میں

ساری بہار کی دلہن ہے مرے پھول کا چمن

گلشن نازکی پھبن طیبہ کے خار خار میں

☆☆☆☆

درج بالا آخر الذکر نعت کے اشعار ملاحظہ کریں اور دیکھیں علامہ حامد بریلوی کی شوخی و بانکپن و رنگ تغزل۔یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ علامہ حامد بریلوی نے عاشقانہ حذب وکشش کو شاعری میں پیش کرتے ہوئے انتہائی متانت و سنجیدگی کا ثبوت بھی پیش کیا ہے کہیں بھی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا ہے۔نادر تشبیہات و نادر ترکیبیں جن کا استعمال انتہائی لطیف انداز میں پیش کرکے اپنی قادر الکلامی کے جوہر دکھائے ہیں۔

علامہ اختر رضا بریلوی اور مدح رسول:

علامہ اختر بریلوی کو زمانہ وارث علوم رضا کے طور پر جانتا ہے،آپ کی ذات بابرکات ہر اعتبار سے امام رضا بریلوی کا پرتو تھی،وہ چاہے تبحر علمی ہو یا شاعرانہ نازک خیالی وہ ہر جگہ فاضل بریلوی کے جلوے بکھیرتے نظر آتے ہیں۔ان کا ایک ضخیم مجموعہ نعت ”سفینہ بخشش“ کے نام سے عالم میں مشہور و معروف ہی نہیں بلکہ اس کے اشعار زبان زد عام و خاص ہیں علامہ اختر رضا بریلوی کی شاعری میں حدائق بخشش کی ہی طرح تخیل کی بلندی، نازک خیالی، نکتہ آفرینی، فکر کا

اچھوتا انداز اور جذبے کا تقدس کارفرما نظر آتا ہے جس کی بنیاد پر آپ کی شاعری منفرد نظر آتی ہے۔ مثلا یہ اشعار دیکھیں:

مری مشکل کو یوں آساں مرے مشکل کشا کردیں

ہر اک موج بلا کو میرے مولیٰ ناخدا کردیں

عطا ہو بیخودی مجھ کو خودی میری ہوا کردیں

مجھے یوں اپنی الفت میں میرے مولیٰ فنا کردیں

منور میری آنکھوں کو میرے شمس الضحیٰ کردیں

غموں کی دھوپ میں وہ سایہ زلف دوتا کردیں

مجھے کیا فکر ہو اختر میرے یاور ہیں وہ یاور

بلاؤں کو جو میری خود گرفتار بلا کردیں

☆☆☆☆

دیکھا آپ نے! موج بلا کو ہی ناخدا بن جانے کا انوکھا انداز اور مقطع کے شعر میں بلاؤں کو ہی گرفتار بلا ہو جانے کا تخیل، اسے کہتے ہیں شعر کی نازک خیا لی، تخیل کی بلندی، نکتہ آفرینی، خیالا ت کی ندرت، فکر کا اچھوتا انداز اور سب سے بڑھ کر جذبے کا تقدس یعنی کہ دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی آواز جس میں کسی بی قسم کے تصنع یا بناوٹ کا نام ونشاں نہیں مدح رسول کی دولت ان خوش نصیبوں کے ہاتھ آتی ہے جن کا سینہ معرفت الٰہی وحب رسول میں گنجینہ بنا ہوتا ہے۔ ایک عا شق صادق جب اپنے عشق کی تپش میں دن و رات سلگتا ہے تو اپنی دلی کیفیات کی شعری سانچے میں ڈھالکر پیش کرتا ہے، فکر کی بلندی اور زبا ن وبیاں پر قادر الکلامی اس کے کلام کو معنوی، فنی ولسانی حسن عطا کر تے ہیں اور اس طرح عشق مصطفی سے سرشار دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے جذبات واحساسات اس کے دل گداز کا پتہ دیتے ہیں۔

تیرے دامن کرم میں جسے نیند آگئی ہے

جو فنا نہ ہوگی ایسی اسے زندگی ملی ہے

وہ جہاں بھر داتا تجھے پھیر دیں گے خالی

میری تو یہ اے خدا یہ مرے نفس کی بدی ہے

اے نسیم کوئے جاناں ذرا سوئے بدنصیباں

چلی آکھٹی ہے تجھ پہ جو ہماری بے بسی ہے

☆☆☆☆

شام تنہائی کی بنے رشک ہزاروں انجمن

یاد جاناں دل میں یوں دھومیں مچایئے خیر سے

زندہ باد اے آرزوئے باغ طیبہ زندہ باد

تیرے دم سے ہیں زمانے کے ستائے خیر سے

انتظار ان سے کہے ہے بزبان چشم نم

کب مدینہ میں چلوں کب تو بلائے خیر سے

☆☆☆☆

مصطفائے ذات یکتا آپ ہیں

یک نے جس کو یک بنایا آپ ہیں

آپ جیسا کوئی ہو سکتا نہیں

اپنی ہر خوبی میں تنہا آپ ہیں

آپ کی طلعت خدا کا آئینہ

جس میں چمکے حق کا جلوہ آپ ہیں

آپ کی خاطر بنائے دو جہاں

اپنی خاطر جو بنایا آپ ہیں

☆☆☆☆

تیری چوکھٹ پہ جو سر اپنا جھکا جاتے ہیں

ہر بلندی کو وہی پہنچا دکھا جاتے ہیں

ڈوبے رہتے ہیں تیری یاد میں جو شام و سحر

ذریتوں کو وہی ساحل سے لگا جاتے ہیں

آسماں تجھ سے اٹھائے نہ اٹھیں گے سن لے

ہجر کے صدمے جو عشاق آٹھا جاتے ہیں

دشت طیبہ میں نہیں کیل کا کھٹکا اختر

نازک اقدام وہاں برہنہ پا جاتے ہیں

☆☆☆☆

درج بالا اشعار میں آخر الذکر چاروں اشعار میں اگر ہم کہیں کہ نازک خیالی نکتہ آفرینی خیالات کی ندرت و تخیل کی بلندی پر دازی تو قابل ذکر ہے ہی وہیں فنی ولسانی اعتبار سے اگر دیکھیں تو "ضدین" کا خوبصورت استعمال جس لطیف انداز میں کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے پہلے مصرعے میں سر جھکانا وہی دوسرے مصرعے میں بلندی کو پہنچا دکھانا دوسرے شعر کے پہلے مصرعے میں "یاد میں ڈوبے رہنا" تو دوسرے مصرعے میں "دوبتوں کو ساحل سے لگانا" تیسرے شعر کے پہلے مصرعے میں "آسماں سے نہ اٹھا پانا" اور اسی کے دوسرے مصرعے میں "عشاق کا وہ صدمہ اٹھا جانا" یہ وہ لطیف نکات ہیں جن کو جس خوبصورتی و دلکشی سے اشعار کے سانچے میں دھالا گیا ہے وہ اردو ادب کی تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھے جانے کے لائق ہے۔

علامہ ریحان رضا ریحانؔ بریلوی اور مدح رسول:

علامہ ریحان رضا بریلوی اپنے خانوادہ کے دیگر بزرگوں کے مثل نعت رسول کے میدان میں بھی اپنا منفرد و مخصوص لب ولہجہ رکھتے ہیں۔بعض صاحب الرائے حضرات کی نظر میں ان کے کلام پر تنویر میں ان کے دادا جان یعنی علامہ حامد رضا حامد بریلوی کے کلام کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔کیونکہ ان کے کلام میں بھی سوز و گداز و جذبہ شوق انتہائی بیخودی، فریفتگی و شگفتگی کے ساتھ دیکھنے کو ملتا ہے۔ مثلاً

محمد محمد پکارے چلا جا

محمد کا نغمہ سنائے چلا جا

درودی ترانے کو گائے چلا جا

دل مضمحل کو سنبھالے چلا جا

میرے قلب محزوں کی تسکیں یہی ہے

جو جلتا ہے اس کو جلاتے چلا جا

وسیلے سے ان کے سہارے سے ان کے

تو بگڑی کو اپنی بنائے چلا جا

زمانہ خفا ہے تو کیا غم ہے اس کا

زمانے کو ٹھوکر لگائے چلا جا

مدینے کے راہی خدا تیرا حافظ

خدائی مدد کے سہارے چلا جا

☆☆☆

دو عالم پر حکومت ہے مگر جو پر قناعت ہے

ہے انداز جہاں بانی انوکھا میرے سرور کا

غلام مصطفی ہو کر سکندر ہوں مقدر کا

سکندر کب ہوا محتاج دنیا میں کسی در کا

حسینوں میں بہت دیکھا مگر تم سا نہیں دیکھا

نمونہ بھی نہیں ملتا تمھارے روئے انور کا

نکما بدعمل ہوں اس لئے تجھ کہہ نہیں سکتا

سمجھ لیں آپ ہی مفہوم میرے دیدہ سرکار

ترے در سے ترے دشمن بھی خالی ہاتھ نہ لوٹے

مری بھی لاج رکھ لینا کہ منگتا ہوں ترے در کا

☆☆☆☆

رب نے فرمایا نبی سے اپنے

میرے محبوب جو تیرا ہو وہ میرا ہو گا

جن کا مجرم ہوں مجھے لے چلو ان کے در پر

ان کے لب سے جو میرا فیصلہ ہو گا ہو گا

کانپتا جسم نظر شرم سے نیچی نیچی

اور ہونٹوں پہ دہائی کا یہ کلمہ ہو گا

ان کے قدموں پہ مچل کے یہ کہے گا مجرم

آپ جو چاہیں گے وہ فیصلہ ہو گا

لغزشیں لاکھ ہوں لیکن مرے رحمت والے

جادہ حق سے قدم میرا نہ بہکا ہو گا

انکی رحمت کے تصدق وہ کہیں گے فورا

آج ہے کون جو میرے سوا تیرا ہو گا

☆☆☆☆

ان سنہری جالیوں کا یہ نظارا چھوڑ کر

سوئے جنت کون جائے در تمھارا چھوڑ کر

تو جو مل جائے تو میں کس کی کروں پھر آرزو

ہر تمنا چھوڑ دی تیری تمنا چھوڑ کر

وہ شفیع المذنبین ہیں بخشوائیں گے ضرور

ان کی رحمت جا نہیں سکتی بلکتا چھوڑ کر

☆☆☆

جبریل امیں شان نشر دیکھ رہے ہیں

سدرہ پہ کھڑے گرد سفر دیکھ رہے ہیں

اللہ کے محبوب کی تعظیم کی خاطر

جھکتے ہوئے سرداروں کے سر دیکھ رہے ہیں

جھولی پسارے ہوئے محتاج غنی

اور رحمت کو نہیں در دیکھ رہے ہیں

☆☆☆

اتر جاتا تیرا نقش پا پتھر کے سینے پر

میرا دل بھی ترے نقش کف پا کا سوالی ہے

علامہ تحسین رضا تحسین بریلوی و علامہ سبطین رضا سبطین بریلوی اور مدح رسول:

علامہ تحسین رضا تحسین بریلوی و علامہ سبطین رضا سبطین بریلوی علامہ حسن رضا بریلوی کی آل میں، جلیل القدر ہستیاں ہیں جن کی شخصیت کی تابشیں آنے والی کئی صدیوں تک جولہ باری کرتی رہیں گیں۔ ان دونوں ہی بزرگوں کو ہم مدح رسول بزبان رضا و آل رضا کے مقالے کے تحت ذکر کرنا لازم سمجھتے ہیں کیونکہ شہزادہ رضا یعنی مصطفی رضا بریلوی کی صحبت بافیض کا یہ دونوں ہستیاں ایک جیتا جاگتا نمونہ تھیں۔ اپنی بے پناہ مصروفیات و تبلیغ دیں کے ساتھ ساتھ مدح رسول کے کچھ ایسے نقوش انہوں نے ہمیں عطا کئے ہیں جو مستقبل میں آنے

والے شعراء کے لئے مشعل راہ کا کام کریں گے اور فی زمانہ کررہے ہیں، ملاحظہ کریں علامہ تحسین رضا تحسین بریلوی کے نعتیہ کلام کے کچھ نا یاب نمونے:

مدنیہ سامنے ہے بس ابھی پہنچا میں دم بھر میں
تجسس کروٹیں کیوں لے رہا ہے قلب مضطر میں
مجھے پہنچا گیا ذوق طلب دربار سرور میں
مسرت کلبلا اٹھی نصیب دیدۂ سر میں
مری ہر آرزو کا ماحصل تحسین بس یہ ہے
کسی صورت پہنچ جاؤں میں دربار پیمبر میں

☆☆☆

کرے مدح شہہ والا کہاں انساں میں طاقت ہے
مگر انکی ثناخوانی، تقاضائے محبت ہے
میں دنیا کی خوشی ہرگز نہ لوں دے کر غم آقا
یہی غم تو ہے جس سے زندگی اپنی عبارت ہے
فلک کے چاند تارے تم سے بہتر ہو نہیں سکتے
رہ طیبہ کے ذروں تم پہ آقا کی عنایت ہے
مچل جائے گی رحمت دیکھ کر مجرم کو محشر میں
وہ مجرم جس کے لب پر نام سرکار رسالت ہے
بدل سکتے ہیں حالت زمانہ آج بھی تحسین
مگر ان کے نگاہ فیض ساماں کی ضرورت ہے

☆☆☆

جس کو کہتے ہیں قیامت حشر جس کا نام ہے
در حقیقت ترے دیوانوں کا جشن عام ہے
آرہے ہیں وہ سر محشر شفاعت کے لئے
اب تجھے معلوم ہے جو کچھ میرا انجام ہے
تو اگر چاہے تو پھر جائیں سیہ کاروں کے دن
ہاتھ میں تیرے عنان گردش ایام ہے

روئے انور کا تصور، زلف مشکیں کا خیال
کیسی پاکیزہ سحر ہے کیا مبارک شام ہے
دل یہ کہکر رہ طیبہ میں بہلاتا ہوں میں
آگئی منزل تیری بس اور دو اک گام ہے

☆☆☆

حقیقت آپ کی سمجھیں تو کیا سمجھیں خرد والے
خدا والے یہ کہتے ہیں خدا جانے کہ کیا تم ہو
تمھاری واقعی توصیف ہم سے غیر ممکن ہے
کہ ہم جو کچھ کہیں اس سے حقیقت میں ہوا تم ہو
دل تحسین سے غم کی گھٹائیں چھٹ گئیں آقا
سنا ہے جب سے اس کے شافع روز جزا تم ہو

☆☆☆

وہ مسلم جو کو تو نے خاص رحمت سے نواز رکھا
وہ اب بیحد پریشاں ہے وہی ہے اب مصیبت میں
پیمبر کی حقیقت کو کوئی تحسین کیا سمجھے

جو مقطع ہے تخیل کا وہ مطلع ہے نبوت میں

☆☆☆

وہ یوں تشریف لائے ہم گنہ گاروں کی جھرمٹ میں

مسیحا جیسے آجاتا ہے بیماروں کے جھرمٹ میں

انہیں کا عکس رخ جلوہ فگن ہے ورنہ اے تحسیں

چمک ایسی کہاں سے آگئی تاروں کے جھرمٹ میں

☆☆☆

علم غیب رسول کے منکر

اک حقیقت کو بھول جاتے ہیں

غیب مانا کہ راز ہے لیکن

راز اپنوں سے کب چھپاتے ہیں

دیکھا آپ نے! تخیل کی بلندی پردازی کس شوخی سادگی اور تنوع کے ساتھ نعت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت تحسین بریلوی نے پیش کی ہے اب ذرا سی انداز بیاں ان کے برادر اکبر حضرت سبطین بریلوی کے کلام میں دیکھتے ہیں:

کوئی کیا جانے کیا رفعت ہے تیرے فرق انور کی

قسم وارد ہوئی خاک قدم کی تیرے قرآں میں

نہیں ہے قوت پرواز جب روح القدس کو بھی

تو پھر کس کو رسائی ہو تمھارے راز پنہاں میں

☆☆☆

خلد گلدستہ ہے اک شاہا ترے دربار کا

آفتاب اک زرد پتہ ہے ترے گلزار کا

واہ کیا کہنا ہے جلوہ تیرے پر انوار کا

سوز باں سے مدح خواں ہے گل تیرے رخسار کا

گنگناتا کروٹیں ہر سو بدلتا بار بار

دیدئے قابل ہے نقشہ آپ کے بیمار کا

☆☆☆

ہے دل میں میرے نقشہ طیبہ کھنچا ہوا

خواہش بھلا ہو کیا مجھے حور و غفور کی

ظلمت کا کیوں نشاں ہو شبستان دید میں

چھٹکی ہوئی ہے چاندنی احمد کے نور کی

سبطین جام عشق محمد پیا کرو (ﷺ)

تا حشر پھر کمی نہ ہو کیف و سرور کی

☆☆☆

بر سر شمشیر میرے ڈگمگائے تھے قدم

رب سلم کی صدا نے پار بیڑا کر دیا

ہے میری شکوہ دل میں ان کی رفعت کا چراغ

اے نکیرو! اپنے مرقد میں اجالا کر دیا

صرف انسان کا نہیں محبوب سب کا کر دیا

اور ستوں خشک کو بھی ان پہ شیدا کر دیا

حشر میں تھی پر خطر سبطین کی حالت مگر

انکی رحمت نے سر میزاں اشارہ کر دیا

☆☆☆

آستاں پر آ گر نا صبر فرسائی ہو

تب تمنا دل سبطین کی بر آئی ہو

عیب پوشی گنہگار ہے عادت اسکی

کب وہ چاہیں گے میری حشر میں رسوائی ہو

جبکہ سرقدس بھی سبطین کے مونس ہونگے

اس کا کیا غم کہ مجھے قبر میں تنہائی ہو

☆☆☆

میرے گناہ پہ دامن ہے پردہ پوشی کا

رہے نصیب میرے جرم امر ندامت کے

ملے جو خاک مدینہ کو اپنے چہرے پر

حسین زمانے کے خواہاں ہوں ایسی صورت کے

☆☆☆

یہ تھا انتہائی اختصار کے ساتھ حضرت سبطین رضا بریلوی کی شاعری جو عشق رسول میں ڈوبی ہوئی نظر آتی ہے، آپ کا اگرچہ بہت زیادہ کلام تو نہیں ہے مگر جو بھی ہے اس میں علامہ حسن بریلوی امام احمد رضا بریلوی و علامہ مصطفی رضا بریلوی کے کلام کے جلوے نظر آتے ہیں۔ مثلاً علامہ حسن بریلوی کا یہ شعر دیکھیں:

آج جو عیب کسی پر نہیں کھلنے دیتے

کب وہ چاہیں گے مری حشر میں رسوائی ہو

تو علامہ سبطین رضا بریلوی کا شعر

عیب پوشی گنہگار ہے عادت انکی

کب وہ چاہیں گے میری حشر میں رسوائی ہو

اور ان کے عم محترم علامہ مصطفی رضا نوری کا یہ شعر:

میں کیوں غیر کی ٹھوکریں کھانے جاؤں

ترے در سے اپنا گذارا کروں میں

اس پر علامہ سبطین رضا بریلوی کا یہ شعر ملاحظہ کریں:

میں کیوں دربدر ٹھوکریں کھاؤں جاکر

میری آرزو تیرا در ڈھونڈتی ہے

الغرض علامہ تحسین بریلوی کی شاعری یا علامہ سبطین بریلوی کی شاعری ان حضرات کی شاعرانہ فکر میں وہی بلندی و تخیل پایا جاتا ہے جو ان کے آبا و اجداد کی شاعری کا طرہ امتیاز رہی ہے۔ ان کے یہاں بھی جذبے کا تقدس وہی پایا جاتا ہے کہ جسے دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ شاعر نے شاعری نہیں کی بلکہ شعر نے خود شاعر سے کہلوایا۔

نتیجہ فکر:

اس مقالہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اس خاندان کے تقریبًا ہر فرد واحد کے نعتیہ کلام پر ایک ایک ضخیم کتاب مرتب کی جا سکتی ہے ساتھ ہی یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ ایم فل یا پی ایچ ڈی کرنے والے طلباء اپنی دلچسپی و سہولیت کے مطابق اس خاندان میں سے کسی بھی فرد کا انتخاب کر کے اس پر کام کرنا شروع کر سکتے ہیں

مصادر و مراجع:

1. نئے تنقیدی زاوئے۔ ڈاکٹر خوشحال زیدی، ادارہ خضر راہ نئی دہلی ۲۰۰۲ء ص: ۳۵۳
2. کلام رضا، نظیر لدھیانوی مطبوعہ اعظم گڑھ یوپی، ص: ۲۰/۱۹
3. تحقیقی اور ادبی جا ئزہ، علامہ دشمس بریلوی، مطبوعہ کراچی، ص: ۱۲۳/۱۲۲

4. حدائق بخشش امام رضا بریلوی
5. حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی۔ڈاکٹر مسعود احمد ممبئی،ص:۶۱۱ماخوذ از مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری،ایک تحقیقی مطالعہ،ڈاکٹر سراج احمد بستوی مطبوعہ دہلوی،ص:۷۹۱/۶۹۱
6. معارف رضا شمارہ ۶۸۹۱ء مطبوعہ کراچی،ص:۵۶۱ ایضا ص:۸۹۱
7. عرفان رضا ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان،ص:۲۶/۳۶
8. ذوق نعت،مولانا حسن رضا خان حسن بریلوی
9. ذوق نعت-----------------
10. سامان بخشش علامہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی،ص:۹۶
11. -- -- -- -- --
12. -- -- -- -- --
13. -- -- -- -- --
14. -- -- -- --
15. انتخاب کلام حامد مرتب مولانا شہاب الدین رضوی امام احمد رضا اکیڈمی بریلی،ص:۱۶
16. -- -- --
17. ایضا،ص:۳۲
18. ایضا،ص:۷۲/۸۲
19. سفینہ بخشش علامہ اختر رضا خان بریلوی
20. -- -- -- --
21. -- -- -- --
22. ریحان بخشش از علامہ ریحان رضا بریلوی،ص:۱۷۱/۴۱
23. -- -- -- ص:۶۱
24. -- -- -- ص:۶۱
25. -- -- -- ص:۸۱
26. -- -- -- ص:۸۱
27. -- -- -- ص:۸۱
28. منتخب کلام صدر العلماء تجلیات رضا صدر العلماء نمبر امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شمارہ:۶ص:۱۰۵